

قانون معاشرت

(۲)

(گزشتہ سے پوسٹہ)

محرمات

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ، إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا
وَسَاءَ سَبِيلًا - حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعُمَّتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ
الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ
وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِّنْ نِّسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ ، فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ، وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ ، إِلَّا
مَا قَدْ سَلَفَ ، إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا - وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ
أَيْمَانُكُمْ ، كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ - (النساء: ۲۲-۲۳)

”اور اُن عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہوں، مگر جو ہو چکا سو ہو چکا۔ بے شک، یہ کھلی
بے حیائی، نفرت انگیز فعل اور نہایت برا طریقہ ہے۔ تم پر تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں،
تمہاری خالائیں، تمہاری بھتیجیاں اور تمہاری بھانجیاں حرام کی گئی ہیں اور تمہاری وہ مائیں بھی جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا
اور رضاعت کے اس تعلق سے تمہاری بہنیں بھی۔ (اسی طرح) تمہاری بیویوں کی مائیں اور اُن کی لڑکیاں جو تمہاری
گودوں میں پلی ہیں، اُن بیویوں کی لڑکیاں جن سے تم نے خلوت کی ہو، لیکن اگر خلوت نہ کی ہو تو کچھ گناہ نہیں — اور
تمہارے صلیبی بیٹوں کی بیویاں اور یہ کہ تم دو بہنوں کو ایک ہی نکاح میں جمع کرو، مگر جو ہو چکا سو ہو چکا۔ اللہ یقیناً بخشنے والا ہے،

اس کی شفقت ابدی ہے۔ اور وہ عورتیں بھی تم پر حرام ہیں جو کسی کے نکاح میں ہوں، الا یہ کہ وہ ملک یمین ہوں۔ یہ تم پر اللہ کا لکھا ہوا فریضہ ہے۔“

یہ ان عورتوں کی فہرست ہے جن سے نکاح ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اس کی تمہید سوتیلی ماں کے ساتھ نکاح کی حرمت سے اٹھائی گئی ہے اور خاتمہ ان عورتوں سے نکاح کی ممانعت پر ہوا ہے جو کسی دوسرے کے عقد میں ہوں۔ اس تمہید و خاتمہ کے درمیان جو حرمات بیان ہوئی ہیں، وہ رشتہ داری کے اصول ثلاثہ، یعنی نسب، رضاعت اور مصاہرت پر مبنی ہیں۔

عرب جاہلی کے بعض طبقوں میں رواج تھا کہ باپ کی منکوحات بیٹے کو وراثت میں ملتی تھیں اور بیٹے انھیں بیوی بنا لینے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے تھے۔ قرآن نے فرمایا کہ یہ کھلی ہوئی بے حیائی، نہایت قابل نفرت فعل اور نہایت برا طریقہ ہے، لہذا اسے اب بالکل ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔ اس سے پہلے جو کچھ ہو چکا سو ہو چکا، لیکن آئندہ کسی مسلمان کو اس فعل شنیع کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیے۔

یہی معاملہ اس عورت کا ہے جو کسی شخص کے نکاح میں ہو۔ شوہر سے باقاعدہ علیحدگی کے بغیر کوئی دوسرا شخص اس سے نکاح کا حق نہیں رکھتا۔ بالبداهت واضح ہے کہ نکاح کا طریقہ خاندان کے جس اولادے کو وجود میں لانے کے لیے اختیار کیا گیا ہے، وہ اس کے نتیجے میں ہرگز وجود میں نہیں آ سکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے ممنوع ٹھہرایا ہے۔ زمانہ رسالت کی لونڈیاں، البتہ اس سے مستثنیٰ تھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ دوسروں سے نکاح کے باوجود ان کے مالکوں کا حق ملکیت ان میں قائم رہتا تھا اور وہ اگر اسے استعمال کرنا چاہتے تو ان کے شوہروں کا حق آپ سے آپ کا عدم ہو جاتا تھا۔ ’الا ماملکت ایما نکم‘ میں قرآن نے یہی استثنایا بیان کیا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد کی آیت میں اسی بنا پر فرمایا ہے کہ جو عورتیں اس طرح دوسروں کی ملکیت میں ہیں، ان سے نکاح آدمی کو کسی مجبوری کی حالت ہی میں کرنا چاہیے۔ قرآن کا ارشاد ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلاً أَنْ يَنْكِحَ
الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ ، فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ
أَيْمَانُكُمْ مِنْ فَتْيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ، وَاللَّهُ
أَعْلَمُ بِأَيْمَانِكُمْ ، بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ
فَأَنْكِحُوهُنَّ بِأَدْنِ أَهْلِهِنَّ وَأَتُوهُنَّ
أَجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ
مُسْفَحَاتٍ وَلَا تَتَّخِذُوا أَخْدَانَ ...
ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ، وَأَنْ

”اور جو تم میں سے آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کی قدرت نہ رکھتا ہو، وہ ان مسلمان لونڈیوں سے نکاح کر لے جو تمہاری ملکیت میں ہوں۔ اللہ تمہارے ایمان سے خوب واقف ہے۔ تم سب ایک ہی جنس سے ہو۔ لہذا ان لونڈیوں کے ساتھ ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کر لو اور دستور کے مطابق ان کے مہر ادا کرو، اس شرط کے ساتھ کہ وہ پاک دامن رکھی گئی ہوں، نہ علانیہ بدکاری کرنے والی ہوں اور نہ چوری

تَصْبِرُوا خَيْرَ لَكُمْ ، وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ -

(النساء: ۲۵)

چھپے آشنائی کرنے والی ہوں... یہ اجازت تم میں سے
اُن کے لیے ہے جن کے مشکل میں پڑ جانے کا اندیشہ
ہو، اور صبر کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ اور اللہ بخشنے
والا ہے، اس کی شفقت ابدی ہے۔“

اس کے بعد اب باقی حرمات کو لیجیے۔

نسب

پہلے نسبی حرمات بیان ہوئی ہیں۔ ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھانجی اور بھتیجی، یہی وہ سات رشتے ہیں جن کی قرابت
اپنے اندر فی الواقع اس نوعیت کا تقدس رکھتی ہے کہ اس میں جنسی رغبت کا شائبہ بھی ہو تو اسے فطرت صالحہ کسی طرح برداشت
نہیں کر سکتی۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ تقدس ہی درحقیقت تمدن کی بنیاد، تہذیب کی روح اور خاندان کی تشکیل کے لیے رافت و
رحمت کے بے لوث جذبات کا منبع ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ماں کے لیے بیٹی، بیٹی کے لیے باپ، بہن کے لیے بھائی،
پھوپھی کے لیے بھتیجے، خالہ کے لیے بھانجے، بھانجی کے لیے ناموں اور بھتیجی کے لیے چچا کی نگاہ جنس و شہوت کی ہر آلائش سے
پاک رہے اور عقل شہادت دیتی ہے کہ ان رشتوں میں اس نوعیت کا علاقہ شرف انسانی کا ہادم اور شرم و حیا کے اس پاکیزہ
احساس کے بالکل منافی ہے جو انسانوں اور جانوروں میں وجہ امتیاز ہے۔

ان کا جو حکم یہاں بیان ہوا ہے، وہ ہر لحاظ سے بالکل متعین ہے۔ تاہم یہ تین باتیں اس کے بارے واضح رہنی چاہئیں:
ایک یہ کہ عربی زبان کے جو الفاظ اس حکم میں استعمال ہوئے ہیں، ان میں سگے اور سوتیلے کے درمیان فرق کے لیے کوئی
گنجائش نہیں ہے۔ چنانچہ سگی اور سوتیلی ماں، سگی بہن، ماں شریک بہن اور باپ شریک بہن، یہ سب اس حکم میں یکساں ہوں
گی۔ اسی طرح ماں اور باپ کی بہن خواہ سگی ہو یا سوتیلی یا باپ شریک، اس کا حکم بھی یہی ہوگا۔ یہی معاملہ بھائی اور بہن کی
بیٹیوں کا ہے۔ وہ سگے ہوں یا سوتیلے، ان کی بیٹیوں کو اسی کے تحت سمجھا جائے گا۔

دوسری یہ کہ ماں کا لفظ باپ کی ماں اور ماں کی ماں کو اوپر تک شامل ہے اور بیٹی کا لفظ بھی پوتی اور نواسی کو نیچے تک شامل
ہے۔ ان میں حکم کے لحاظ سے ہرگز کوئی فرق نہ ہوگا۔

تیسری یہ کہ نانا کی بہن اور دادی کی بہن بھی بالترتیب پھوپھی اور خالہ ہی ہیں۔ لہذا وہ بھی اس حکم میں یکساں شامل ہوں گی۔

رضاعت

یہی تقدس رضاعی رشتوں میں بھی ہے۔ استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اس کی وضاحت میں لکھا ہے:
”رضاعت کے تعلق کو لوگ ہمارے ہاں اس گہرے معنی میں نہیں لیتے، جس معنی میں اس کو لوگ عرب میں لیتے تھے۔

اس کا سبب محض رواج کا فرق ہے۔ ورنہ حقیقت یہی ہے کہ اس کو مادرانہ رشتے سے بڑی گہری مناسبت ہے۔ جو بچہ جس ماں کی آغوش میں، اس کی چھایتوں کے دودھ سے پلتا ہے، وہ اس کی پوری نہیں تو آدھی ماں تو ضرور بن جاتی ہے۔ پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ جس کا دودھ اس کے رگ و پے میں جاری و ساری ہے، اس سے اس کے جذبات و احساسات متاثر نہ ہوں۔ اگر نہ متاثر ہوں تو یہ فطرت کا بناؤ نہیں، بلکہ بگاڑ ہے اور اسلام جو دین فطرت ہے، اس کے لیے ضروری تھا کہ اس بگاڑ کو درست کرے۔“ (تدبر قرآن ۲/۲۷۵)

یہ تعلق کس طرح دودھ پلانے سے قائم ہوتا ہے؟ استاذ امام لکھتے ہیں:

”یہ تعلق مجرد کسی اتفاقی واقعے سے قائم نہیں ہو جاتا۔ قرآن نے یہاں جن لفظوں میں اسے بیان کیا ہے، اس سے یہ بات صاف نکلتی ہے کہ یہ اتفاقی طور پر نہیں، بلکہ اہتمام کے ساتھ، ایک مقصد کی حیثیت سے عمل میں آیا ہو، تب اس کا اعتبار ہے۔ اول تو فرمایا ہے: ”تمھاری وہ مائیں جنھوں نے تمھیں دودھ پلایا ہے۔“ پھر اس کے لیے رضاعت کا لفظ استعمال کیا ہے، و اخواتکم من الرضاۃ، عربی زبان کا علم رکھنے والے جانتے ہیں کہ الرضاۃ، باب افعال سے ہے جس میں فی الجملہ مبالغہ کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اسی طرح رضاعت کا لفظ بھی اس بات سے ملتا ہے کہ اگر کوئی عورت کسی روتے بچے کو بہلانے کے لیے اپنی چھاتی اس کے منہ میں لگا دے تو یہ رضاعت کہلائے گی۔“ (تدبر قرآن ۲/۲۷۵)

قرآن کا یہ منشاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مختلف مواقع پر واضح فرمایا ہے:

سیدہ عائشہ کی روایت ہے کہ حضور نے فرمایا: ایک دو گھونٹ اتفاقاً پی لیے جائیں تو اس سے کوئی رشتہ حرام نہیں ہو جاتا۔ سیدہ ہی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ آپ کو یہ ناگوار ہوا اور میں نے دیکھا کہ آپ کے چہرے پر غصے کے آثار ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ، یہ میرے رضاعی بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا: اپنے ان بھائیوں کو دیکھ لیا کرو، اس لیے کہ رضاعت کا تعلق تو صرف اس دودھ سے قائم ہوتا ہے جو بچے کو دودھ کی ضرورت کے زمانے میں پلایا جائے۔^۱

یہاں کسی شخص کو ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے منہ بولے بیٹے سالم کی بڑی عمر میں رضاعت سے غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے۔ زیادہ سے زیادہ جو بات اس واقعے سے معلوم ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ منہ بولے بیٹوں کے بارے میں قرآن کا حکم آ جانے کے بعد جو صورت حال ایک گھرانے کے لیے پیدا ہوگئی، اس سے نکلنے کا ایک طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بتایا ہے۔ اسے کسی مستقل حکم کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا۔ واقعہ یہ ہے:

۱۔ مسلم، رقم ۲۶۲۸۔

۲۔ مسلم، رقم ۲۶۴۲۔

جاءت سهلة بنت سهيل بن عمرو
القرشي ثم العامري — وهي امرأة ابي
حذيفة — فقالت : يا رسول الله ، انا
كنا نرى سالماً ولداً ، و كان يأوى
معي و مع ابي حذيفة في بيت واحد و
يراني فضلاً ، و قد انزل الله عزو جل
فيهم ما قد علمت ، فكيف ترى فيه ؟
فقال لها النبي صلى الله عليه وسلم :
أرضعيه ۔ (ابوداؤد، رقم ۲۰۶۱)

”ابو حذیفہ کی بیوی اور سہیل بن عمرو قرشی عامری کی
بیٹی سہلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
ہوئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ، ہم تو سالم کو اپنا بیٹا ہی
سمجھتے تھے۔ وہ میرے اور ابو حذیفہ کے ساتھ ایک ہی
گھر میں رہتا تھا اور مجھے گھر کے کپڑوں میں دیکھتا تھا۔
اللہ تعالیٰ نے جو حکم ان لڑکوں کے متعلق نازل کیا ہے،
اس سے آپ واقف ہیں۔ اب بتائیے، اس معاملے
میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا: اسے اپنا دودھ پلا دو۔“

لہذا یہ بالکل قطعی ہے کہ رضاعت کے لیے دودھ کی عمر اور دودھ پلانے کا اہتمام، دونوں ضروری ہیں اور اس سے وہ سب
رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسبی تعلق سے حرام ہوتے ہیں۔ قرآن کا مدعا یہی ہے، لیکن اس کے لیے عربیت کا جو اسلوب
اختیار کیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ الفاظ و قرائن کی دلالت اور حکم کے عقلی تقاضے جس مفہوم کو آپ سے آپ واضح کر رہے ہوں،
اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاتا۔ ارشاد فرمایا ہے: ”وامہاتکم التی ارضعنکم و اخواتکم من الرضاعة“ (اور
تمھاری وہ مائیں بھی حرام ہیں جنھوں نے تمھیں دودھ پلایا اور رضاعت کے اس تعلق سے تمھاری بہنیں بھی)۔ اس میں دیکھ
لیجیے، رضاعی ماں کے ساتھ رضاعی بہن کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔ بات اگر رضاعی ماں ہی پر ختم ہو جاتی تو اس میں بے شک،
کسی اضافے کی گنجائش نہ تھی، لیکن رضاعت کا تعلق اگر ساتھ دودھ پینے والی کو بہن بنا دیتا ہے تو عقل تقاضا کرتی ہے کہ
رضاعی ماں کے دوسرے رشتوں کو بھی یہ حرمت لازماً حاصل ہو۔ دودھ پینے میں شراکت کسی عورت کو بہن بنا سکتی ہے تو رضاعی
ماں کی بہن کو خالہ، اس کے شوہر کو باپ، شوہر کی بہن کو پھوپھی اور اس کی پوتی اور نواسی کو بھتیجی اور بھانجی کیوں نہیں بنا سکتی؟ لہذا
یہ سب رشتے بھی یقیناً حرام ہیں۔ یہ قرآن کا منشا ہے اور اخواتکم من الرضاعة کے الفاظ اس پر اس طرح دلالت
کرتے ہیں کہ قرآن پر تدبر کرنے والے کسی صاحب علم سے اس کا یہ منشا کسی طرح مخفی نہیں رہ سکتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی بنا پر فرمایا ہے:

”ہر وہ رشتہ جو ولادت کے تعلق سے حرام ہے،

یحرم من الرضاعة ما یحرم من

رضاعت سے بھی حرام ہو جاتا ہے۔“

الولادة۔ (الموطا، رقم ۱۲۹۱)

۳۔ اس اسلوب کو سمجھنے کے لیے دیکھیے، اسی کتاب میں: ”اصول و مبادی“۔

مصاہرت

نسب اور رضاعت کے بعد وہ حرمتیں بیان ہوئی ہیں جو مصاہرت پر مبنی ہیں۔ اس تعلق سے جو رشتے پیدا ہوتے ہیں، ان کا تقدس بھی فطرت انسانی کے لیے ایسا واضح ہے کہ اس کے لیے کسی استدلال کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ باپ کے لیے بہو اور شوہر کے لیے بیوی کی ماں، بیٹی، بہن، بھانجی اور بھتیجی، یہ سب حرام ہیں۔ تاہم یہ رشتے چونکہ بیوی اور شوہر کی وساطت سے قائم ہوتے ہیں اور اس سے ایک نوعیت کا ضعف ان میں پیدا ہو جاتا ہے، اس لیے قرآن نے یہ تین شرطیں ان پر عائد کر دی ہیں:

ایک یہ کہ بیٹی صرف اس بیوی کی حرام ہے جس سے خلوت ہو جائے۔

دوسری یہ کہ بہو کی حرمت کے لیے بیٹے کا صلبی ہونا ضروری ہے۔

تیسری یہ کہ بیوی کی بہن، بھانجی اور بھتیجی کی حرمت اس حالت کے ساتھ خاص ہے، جب میاں بیوی میں نکاح کا رشتہ قائم ہو۔

پہلی بات قرآن میں اس طرح بیان ہوئی ہے: **وَبِأَيْبُكُمُ التَّيَّحِي حُجُورُكُمْ مِّنْ نِّسَائِكُمُ الَّتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ، فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ** (اور تمہاری بیویوں کی لڑکیاں جو تمہاری گودوں میں پلّی ہیں، ان بیویوں کی لڑکیاں جن سے تم نے خلوت کی ہو، لیکن اگر خلوت نہ کی ہو تو کچھ گناہ نہیں)۔ اس میں خلوت کی شرط کے ساتھ لڑکیوں کی ایک صفت یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ تمہاری گودوں میں پلّی ہیں، لیکن صاف واضح ہے کہ اس کی حیثیت حرمت کے لیے شرط کی نہیں ہے۔

استاذ امام امین احسن اصلاحی اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

”عربی زبان میں ہر صفت کو لازماً قید و شرط کی حیثیت حاصل نہیں ہو جاتی کہ ان میں سے کوئی نہ پائی جائے تو وہ حکم کا عدم ہو جائے، بلکہ اس کا انحصار قرینے پر ہوتا ہے۔ قرینہ بتاتا ہے کہ کون سی صفت قید اور شرط کا درجہ رکھتی ہے اور کون سی صفت محض تصویر حال کے لیے ہے۔ یہاں صرف قرینہ ہی نہیں، بلکہ تصریح ہے کہ ربیبہ کی ماں اگر تمہاری مدخولہ نہ بنی ہو تو اس ربیبہ سے نکاح میں کوئی قباحت نہیں۔ اس سے یہ بات صاف ہو گئی کہ ربیبہ کی حرمت میں اصل مؤثر چیز اس کی ماں کا مدخولہ ہونا ہے۔ اگر وہ مدخولہ ہے تو اس کی لڑکی سے نکاح ناجائز ہوگا، قطع نظر اس سے کہ وہ آغوش تربیت میں پلّی ہے یا نہیں۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اعلیٰ عربی، بالخصوص قرآن حکیم میں اثبات کے بعد نفی کے اسلوب یا نفی کے بعد اثبات کے اسلوب میں جو باتیں بیان ہوتی ہیں وہ محض سخن گسترانہ نہیں ہوتیں، بلکہ کسی خاص فائدے کے لیے ہوتی ہیں۔ ان سے مقصود اکثر صورتوں میں رفع ابہام ہوتا ہے۔ اس وجہ سے ان لوگوں کا خیال قرآن کے خلاف ہے جو ربیبہ کے ساتھ نکاح صرف اس صورت میں حرام سمجھتے ہیں، جب وہ نکاح کرنے والے کے آغوش تربیت میں پلّی ہو۔ بصورت دیگر وہ اس کے ساتھ نکاح کو

جائز سمجھتے ہیں۔“ (تدبر قرآن ۲/۲۷۶)

دوسری بات کے لیے قرآن کے الفاظ ہیں: ”وَحَلَائِلُ اِبْنَاءِكُمْ الذِّينَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ“ (اور تمہارے صلیبی بیٹوں کی بیویاں بھی)۔ اس میں صلیبی ہونے کی شرط بالخصوص اس لیے عائد کی گئی ہے کہ اس زمانے کے عرب میں لوگ اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کو ناجائز سمجھتے تھے۔ قرآن نے اس شرط سے واضح کر دیا کہ کسی کو اپنا بیٹا کہہ دینے سے نہ وہ بیٹا بن جاتا ہے اور نہ اس سے کوئی حرمت قائم ہوتی ہے۔ سورہ احزاب میں یہ حقیقت قرآن نے اس طرح واضح فرمائی ہے:

وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَاءَكُمْ اَبْنَاءَكُمْ ، ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ، وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقَّ ، وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ - اَدْعُوْهُمْ لَاۤ اَبَآئِهِمْ ، هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ، فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا اَبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّیْنِ وَمَوَالِیْكُمْ ۔

”اور نہ اُس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا بیٹا بنایا ہے۔ یہ سب تمہارے منہ کی باتیں ہیں اور اللہ حق کہتا ہے اور وہی سیدھی راہ کے لیے رہنمائی کرتا ہے۔ ان کو تم ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو۔ یہی اللہ کے نزدیک قرین انصاف ہے۔ پھر اگر ان کے باپوں کو نہیں جانتے تو یہ دین میں تمہارے بھائی اور تمہارے رفیق ہیں۔“

(۴:۳۳-۵)

تیسری بات ’وان تجمعوا بین الاختین‘ (اور یہ کہ تم دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرو) کے الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔ اس میں بھی، اگر غور کیجیے تو زبان کا وہی اسلوب ہے جس کا ذکر اوپر رضاعت کی بحث میں ہوا ہے۔ قرآن نے ’بین الاختین‘ ہی کہا ہے، لیکن بالبداهت واضح ہے کہ زن و شو کے تعلق میں بہن کے ساتھ بہن کو جمع کرنا اسے فحش بنا دیتا ہے تو پھوپھی کے ساتھ بھتیجی اور خالہ کے ساتھ بھانجی کو جمع کرنا بھی گویا ماں کے ساتھ بیٹی ہی کو جمع کرنا ہے۔ لہذا قرآن کا مدعا، لاریب یہی ہے کہ ’ان تجمعوا بین الاختین و بین المرأة و عمتها و بین المرأة و خالتها‘۔ وہ یہی کہنا چاہتا ہے، لیکن ’بین الاختین‘ کے بعد یہ الفاظ اس نے اس لیے حذف کر دیے ہیں کہ مذکور کی دلالت اپنے عقلی اقتضا کے ساتھ اس محذوف پر ایسی واضح ہے کہ قرآن کے اسلوب سے واقف اس کا کوئی طالب علم اس کے سمجھنے میں غلطی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لا یجمع بین المرأة و عمتها ولا بین المرأة و خالتها ۔ (الموطا، رقم ۱۱۲۹)

”عورت اور اس کی پھوپھی ایک نکاح میں جمع ہو سکتی ہے، نہ عورت اور اس کی خالہ۔“

[باقی]